تفسیر القرآن

پارہ الٓمٓ (۱) تا لَا یُحِبُّ اللہ (٦)

مُصنّفہ

سَیّدُ المُفَسِّرِین

اَدِیبِ اَعظم الحاج مولانا سیّد ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی

بانی جامعہ امامیہ وصدر جامعہ امامیہ کمیٹی

مصنف دوسوسترہ (۲۱۷) کتب

جلد اوّل

ناشر

ظفر شمیم پبلیکیشنز ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

ناظم آباد ۲ کراچی

میں نے اِس تفسیر القرآن جلد اول کے متن کو بغور پڑھا ہے
اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی کمی
بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے

حافظ عبدالرؤف خاں بقلم خود

مورخہ ۱۶ر جنوری سنہ ۱۹۷۷ء

(حافظ عبدالرؤف خاں)

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر القرآن

جلد اوّل

مفسّر

الحاج حضرت ادیبِ اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر: ظفر شمیم پبلیکیشنز ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
ناظم آباد ۲ کراچی

مطبع: قریشی آرٹ پریس ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

کاتب: محمود ابن الماس رقم

بار دوم — ہدیہ /۱۳۰ روپے — جولائی ۱۹۸۹ء

فہرست مضامین

مفسّر کی خدمات ———— ۵
عرضِ حال ———— ۷
مُقدّمہ ———— ۱۱
الفاتحۃ ———— ۵۷
البقرۃ ———— ۶۳
آلِ عمران ———— ۲۰۸
النّساء ———— ۲۷۷
المائدۃ ———— ۳۵۱

اپنی کتابوں میں ویسے ہی احکام نازل کیے اور اپنے انبیاء کو انہی پر چلانے کی ہدایت کی مثلاً بنی اسرائیل کی جب سرکشی حد سے گزر گئی اور انہوں نے کھلم کھلا احکامِ خدا کی نافرمانی شروع کی یہاں تک کہ انبیاء کو بے محابا قتل کرنے لگے تو خدا نے اس سرکشی کو دبانے کے لیے اپنے احکام سخت کر دیئے۔ بہت سی حلال چیزیں ان پر حرام کر دیں۔ کبھی جہاد کا حکم دیا کبھی نہیں۔ عبادت کرنے کے لیے صرف ان کے گرجوں ہی کو مسجد قرار دیا ہر جگہ نہیں دی۔ افطارِ صوم کے بعد اگر کوئی سو جاتا تو پھر کچھ کھانا اس کے لیے ممنوع تھا۔ اگر نجاست کسی کے کپڑے پر لگ جاتی تو بجائے طہارت کے اُسے کاٹ دینے کا حکم تھا۔ ماہِ صیام کی راتوں میں وہ اپنی عورتوں کے پاس نہیں جا سکتے تھے خلاصہ یہ ہے جو شریعت کے احکام اس امت کے حالات کے لحاظ سے نازل کیے گئے اس میں ملکوں کی حالت کو بھی دخل تھا ان کے رسم و رواج کو بھی دخل تھا۔ اللہ کسی صورت میں اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا بلکہ جو کچھ مصیبتیں اُمتوں پر آئیں وہ خود اُن کے کرتوتوں کی بدولت آئیں۔

شریعتوں کے بدلنے کی سب سے بڑی وجہ وہی ہے جو خدا نے اس آیت میں خود بیان فرمائی ہے یعنی اس تبدیلی سے لوگوں کا امتحان مقصود تھا۔ مثلاً توریت کے بعد انجیل آئی تو یہودیوں نے اس کے احکام ماننے سے انکار کر دیا۔ انجیل کے بعد قرآن آیا تو یہود و نصاریٰ نے اس کے ماننے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ ان کی کتابوں میں نبی آخر الزماںؐ کی پیش گوئی موجود تھی دوسرے وہ عناد اور تعصب کا شکار ہو کر اپنا ایمان کھو بیٹھے۔ اور قتل و غارت گری پر آمادہ ہو گئے۔

۴ - یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ اسلام کے اصول اور قوانین کبھی نہیں بدلے۔ آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاءؐ تک وہی رہے۔ لہٰذا کسی نبی کی امت اس دائرہ سے باہر نہیں رہی ہے فروعی احکام تو ان سب کی غرض و غایت بھی ایک ہی ہے یعنی خدا کی عبادت کرنا۔ بنی نوع انسان سے حُسنِ سلوک۔ دُنیا پر آخرت کو ترجیح دینا۔ اخلاقی خوبیاں حاصل کرنا وغیرہ۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اگر کچھ اختلاف ہے تو عملی صورت میں ہے جو اہلِ ایمان ہیں وہ ہر زمانہ میں خدا کی فرمانبرداری پر نظر رکھتے تھے۔ اس کے حکم سے عمل کی جو صورت ہوتی بجا لاتے تھے۔ مختلف لوگوں کے مذاق کے مطابق دسترخوانوں پر جو رنگ برنگ کے کھانے جداگانہ ہوتے ہیں ذائقہ یا رنگ اور وضع قطع میں بھی اختلاف ہوتا ہے لیکن مقصد ان سب کا شکم پُری اور صحتِ بدن کو برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ جن کھانوں کو تیار کیا جاتا ہے وہ سب خدا ہی کی پیدا کردہ چیزیں ہوتی ہیں۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ
عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ
ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ
وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع ١١

اے رسول جیسا اللہ نے نازل کیا ہے اس کے مطابق تم ان کے درمیان فیصلہ کرو اور ان کی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچے رہو ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ خدا کے نازل کردہ کسی حکم سے تم کو بھٹکا دیں اگر وہ تمہارے حکم سے منہ موڑ لیں تو سمجھ لو کہ اللہ کی مرضی یہی ہے کہ ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں کسی مصیبت میں پھنسا دے۔ بیشک لوگوں میں بہت سے آدمی غلط کار ہیں کیا یہ لوگ جاہلیت کے زمانہ کے حکم کی تم سے بھی امید رکھتے ہیں اور یقین کرنے والے لوگوں کے لیے خدا کے حکم سے بہتر کس کا حکم ہوگا۔

آنحضرتؐ کے ظہور سے پہلے کا زمانہ جو تقریباً پونے سات سو سال کا تھا۔ جاہلیت کا زمانہ کہلاتا ہے۔ یہ نوعِ انسان کی انتہائی پستی کا دور تھا۔ ان کے تمدن و معاشرت میں جو قوانین رائج تھے وہ قبیلہ کے سردار کا حکم تھا جو ان کے لیے ناقابلِ انکار تھا۔ آنحضرتؐ کے عہد میں جو قبائلِ عرب پائے جاتے تھے وہ سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے تھے۔ خانۂ کعبہ کا برہنہ ہو کر طواف کرتے۔ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ زناکاری کو فخر سمجھتے تھے۔ باطل اشعار کہنے کا گھر گھر چرچا تھا۔ قتل۔ غارت گری۔ جوا وغیرہ ان کے محبوب مشغلے تھے۔ جب حضورؐ نے ہدایت کا کام شروع کیا، تو وہ لوگ بہت گھبرائے۔ اپنے معمول کے خلاف کسی حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار نہ ہوتے چاہتے تھے کہ حضرتؐ ان کی خواہشوں کے مطابق ان کے معاملات میں فیصلے کریں۔ اللہ نے اپنے رسول کو اس سے روکا اور کہہ دیا اگر نہیں مانتے تو ان کو چھوڑ دو تاکہ اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ؕ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ
بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾
فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ
فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ
نٰدِمِيْنَ ؕ ﴿٥٢﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ
اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٥٣﴾

اے ایمان والو، تم یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ یہ تمہارے دشمن ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے دوست

ہیں جو ان کو اپنا سرپرست بنائے گا وہ انہی میں سے ہو جائے گا بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔ جن لوگوں کے دل میں نفاق کا مرض ہے تم دیکھو گے وہ انہی کافروں کی طرف دوڑتے ہوئے جاتے ہیں اور آپس میں کہتے ہیں کہ ہمیں یہ ڈر ہے کہ ان لوگوں سے نہ ملنے میں ہم پر کوئی مصیبت نہ آجائے پس عنقریب خدا (مسلمانوں کی) فتح یا کوئی اور بات اپنی طرف سے ظاہر کر دے گا تب یہ لوگ اپنی بدگمانی پر جو اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، شرمائیں گے اور (مومنین پر) جب ان کا نفاق ظاہر ہو جائے گا تو کہیں گے یہی تو وہ لوگ ہیں جو سخت سخت قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے ہم صرف تمہارے ساتھ ہیں ان کا سب کیا کرایا اکارت ہوا اور سخت گھاٹے میں آگئے۔

چونکہ مدینہ میں یہودی بہت مالدار اور صاحبِ اقتدار تھے اس لیے مسلمان (منافق) ان سے بہت ڈرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان کی مخالفت میں ہمارا نقصان ہے۔ لہٰذا یہ منافق چوری چھپے ان سے ملتے رہتے اور ان پر اپنی دوستی کا اظہار کرتے رہتے۔ یہودی ان کو اسلام کے خلاف بھڑکاتے اور ڈراتے کہ تمام قبائل اسلام کے خلاف ہیں وہ سب مل کر ایک نہ ایک دن اسلام کا بیڑا غرق کر دیں گے۔ لیکن جب کسی جنگ میں اسلام کو فتح ہوتی تو یہ بدبخت اپنی بدگمانی پر بہت شرماتے۔ ایمان والے ان پر طعنہ زنی کرتے کہ تم نے تو بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ رہیں گے۔ تم یہ کیا مضحکہ خیز ڈرامہ کھیل رہے ہو کہ بظاہر ہم سے بھی ملے ہوئے ہو اور بباطن کفار و مشرکین سے بھی۔ ان کے اس نفاق کا نتیجہ خدا نے یہ بتایا ہے کہ ان کا کیا کرایا سب ضبط کر لیا گیا۔ ان کے کسی عملِ خیر کا کوئی اجر ان کو نہیں ملے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ
اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ
لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٤﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ
رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ ع ٨ ١٢

اے ایمان والو جو کوئی تم میں سے اپنے دین (ایمان) سے پھر جائے گا تو پھر جائے (ہمیں کوئی پرواہ نہیں)۔ عنقریب (تمہاری جگہ) خدا کچھ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت

کرتے ہیں مومنین سے ملتے ہیں تو بڑی انکساری سے کفار کے مقابل ہوتے ہیں تو بڑے کرارے نظر آتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہیں کرتے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اس کے سوا نہیں کہ تمہارے سرپرست و حاکم صرف اللہ ہے اور اس کے رسول۔ اور وہ لوگ جو ایمان والے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو اپنا ولی و حاکم سمجھے گا (تو وہ لشکرِ خدا میں داخل ہوگا) اور بے شک اللہ کے لشکر میں داخل ہونے والے غالب رہیں گے۔

قرآن مجید میں جا بجا ایمان والوں سے مخاطبہ کیا گیا ہے کہیں یَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا (اے مسلمانو) نہیں کہا گیا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ ہمّت افزائی کے لیے ہر ایک کو مومن ہی کہہ کر پکارتا ہے۔ ورنہ مسلمانوں میں تو بہت سے لوگ ایسے تھے جن کو ایمان سے دُور کا بھی تعلق نہ تھا۔ مثلاً اس آیت میں جن کو مومن کہہ کر پکارا ہے وہ ایسے تھے کہ رسول کو یہ کہہ کر دھمکایا کرتے تھے کہ اگر آپ نے ہمارا کہنا نہ مانا تو ہم اسلام سے دست بردار ہو کر اپنے سابق دین کی طرف پلٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان ہی کے جواب میں فرماتا ہے اگر پلٹ جاؤ گے تو ہمیں تمہاری کچھ پرواہ نہیں۔ تم کیا اور تمہارا ایمان کیا ہمارے پاس تو ایسے کامل مومن ہیں جن کی صفات یہ ہیں:

۱۔ وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ ان کو۔ اللہ کی دوستی کا دعوٰی کرنے والے تو سب ہی مسلمان تھے مگر وہ تو یہاں ایسے لوگوں کا ذکر کر رہا ہے جن کو وہ خود بھی دوست رکھتا ہے۔ کتنا بلند مرتبہ ہے ان لوگوں کا۔ ایسے لوگوں میں سے ایک کی شناخت رسول اللہ نے جنگِ خیبر میں کرائی۔ جب قلعۂ خیبر کسی طرح فتح ہونے میں نہ آیا تو ایک روز لشکر کی ناکامی پر حضور نے فرمایا لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا كَرَّارًا غَيْرَ فَرَّارٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَالرَّسُوْلُ۔ (کل میں اپنا عَلَم ایسے مرد کو دوں گا جو پے درپے حملہ کرنے والا ہوگا اور بھاگ کر آنے والا نہ ہوگا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور اللہ و رسول اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔) دوسرے روز بوقت صبح جس کو رسولؐ نے یہ عَلَم دیا وہ امیر المومنین علی علیہ السلام تھے۔

۲۔ دوسری صفت یہ ہے کہ مومنین سے بہ انکساری پیش آنے والے ہوں گے۔ یہ صفت بھی آلِ رسولؐ سے زیادہ کسی میں نہیں پائی گئی۔ اسلامی تعلیم یہی ہے کہ مومن مومن کے ساتھ نہایت نرمی اور خُلق و مدارا سے پیش آئے۔

۳۔ تیسری صفت یہ ہے کہ کافروں کے سامنے آئے تو شجاعانہ شان سے آئے یہ صفت بھی علیؑ میں بدرجۂ اتم موجود تھی آپ نے کبھی میدانِ جنگ سے فرار نہیں کیا۔ کبھی دشمن سے شکست نہیں کھائی۔ کبھی دشمن کی طاقت کو نظر میں نہیں لائے۔

۴۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے ہوں گے۔ علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے مجھے تین چیزیں سب سے زیادہ محبوب ہیں الاكرام الضيف والصوم في الصيف والجهاد بالسيف (مہمان کی خاطر تواضع۔ گرمی کے موسم کا روزہ اور تلوار سے راہِ خدا میں جہاد کرنا۔

ممکن ہے کہ فرداً فرداً ان صفتوں میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہوں لیکن مِنْ حَیْثُ الْمَجْمُوْع علیؑ کے سوا کسی دوسرے میں
نہیں پائی جاتیں اور ان صفات میں علی علیہ السلام نے وہ درجہ حاصل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایک صفت کی تعریف کی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو یہ بتاتا ہے کہ تمہارے ولی یعنی اولیٰ بالتصرف کون کون ہیں۔
لہٰذا یہ ولایتِ مطلقہ خدا نے صرف تین ذاتوں میں محدود رکھی۔ سب سے اعلیٰ حاکم اور اولیٰ بالتصرف خدا ہے اس کے بعد رسولؐ ہیں
اس کے بعد تیسرا ولیِ مطلق وہ ہے جو ایمان والا ہے نماز قائم کرنے والا ہے اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دینے والا ہے یعنی
علی بن ابی طالبؑ۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ ولی کے معنی دوست ہیں ان کی بات کان کو نہیں لگتی۔ دوست تو انسان کے بہت سے ہوتے ہیں
پھر تین میں ان کا انحصار کیوں کیا گیا۔ ہر مومن مومن کا دوست ہوتا ہے۔
غدیرِ خُم میں رسول اللہؐ نے اس تیسری ولایت کی توضیح ان الفاظ کے ساتھ کر دی تھی جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے
جس کا پورا حال آگے آرہا ہے۔ تیسرا ولی ایسا ہے جس کی نافرمانی رسول کی نافرمانی ہے اور رسول کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَ
اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾
قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ
مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

اے ایمان والو جو لوگ تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور کھیل سمجھتے ہیں اور جن کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی
ہے اور کافروں کو اپنا سرپرست نہ بناؤ اور اگر مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔ جب تم نماز کے لیے بلائے جاتے
ہو تو وہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور کھلواڑ بناتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناسمجھ اور بے عقل لوگ ہیں اے اہلِ کتاب
کیا تم اس لیے ہمیں عیب لگاتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے
اور جو ہم سے پہلے نازل ہوا ہے بے شک ان میں سے اکثر غلط کار (بدکار) لوگ ہیں۔

یعنی جو لوگ اسلام کا مضحکہ اڑاتے ہیں اور کھیل کی باتیں سمجھتے ہیں مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے دوستی پیدا نہ کریں خواہ اہلِ کتاب
ہوں یا کفار ان میں کوئی بھی دوستی کے لائق نہیں کیونکہ اس سے اسلام کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے یہ لوگ دوستی کے پیرایہ میں اپنی متعصبانہ
کاروائیوں کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے میل جول رکھنے والے سب منافق تھے۔
لَوَامِعُ التَّنْزِیْل میں ہے کہ اذان کو سن کر کفار کی ایک جماعت حضورؐ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی یہ آپ نے کیا نئی چیز جاری
کی ہے۔ آپؐ سے پہلے جو انبیاء تھے انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ یہ چیخنا اور بلند آواز سے لوگوں کو اپنی نماز کے متعلق بلانا عقلاً
درست نہیں۔ یہ کہہ کر وہ مؤذن کے کلمات کی تمسخرانہ انداز میں نقل کرتے ہوئے چل دیتے تھے۔
مدینہ کا ایک نصرانی جب اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنتا تو بے ساختہ کہتا خدا جھوٹے کو جلا کر خاک کرے
ایک دن یہ نصرانی بے خبر پڑا سو رہا تھا اس کا نوکر کسی ضرورت سے اس کی خوابگاہ میں آگ لے کر آیا۔ اتفاقاً ایک چنگاری اس کے
فرشِ خواب پر جا گری اور چند منٹ بعد اس سے شعلے بلند ہوئے تھوڑی دیر میں وہ اور اس کے بال بچے اور سارا گھر جل کر خاک ہو گیا۔
تمام ادیان اپنی عبادت کا اعلان غیر فطری طور پر کرتے ہیں یعنی اشرف المخلوقات کی عبادت کا اعلان کرایا جاتا ہے ارذل مخلوق
سے جیسے گھنٹہ، سنکھ، تر وہی ان سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس مقصد کے لیے ان کو بجایا جا رہا ہے۔ آیا یہ گھنٹہ اسکول کا وقت بتا رہا ہے
یا کسی مرنے والے کی موت کی خبر دے رہا ہے یا سنکھ کسی سادھو نے کسی دروازہ پر بھیک مانگنے کے لیے پھونکا ہے یا کوئی تفریحاً
ایسا کر رہا ہے یا کسی مندر میں عبادت کے لیے پھونکا جا رہا ہے۔ برخلاف اس کے اسلام میں جو عبادت کا اعلان کرتا ہے وہ آدمی
کرتا ہے اور حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہہ کر بتاتا ہے کہ وہ نماز کے لیے بلا رہا ہے کسی اور کام کے لیے نہیں۔
اسی طرح اسلام کے تمام احکام جن میں کسی مولوی ملا نے ترمیم نہیں کی ہے سب فطری اور عقلی ہیں۔ اذان میں جس کسی نے
اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا اضافہ کیا ہے وہ حقِ ہدایت پورا نہیں کرتا۔ یہ کلمہ صبح کی اذان میں کہا جا رہا ہے۔ لیکن جو شخص سو
رہا ہے اور مکلف نہیں اس پر اس کلمہ کا کیا اثر یا جو قرآن پڑھ رہا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ نماز سونے سے ضرور بہتر ہے میں تو سو نہیں
رہا قرآن پڑھ رہا ہوں۔ ہاں جو لوگ نیم خوابی کی حالت میں ہیں ان پر تبلیغ ہو سکتی ہے۔ برخلاف اس کے جب حَیَّ عَلٰی خَیْرِ
کہا جاتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اے جاگنے والو چاہے کوئی کام بھی کر رہے ہو اسے چھوڑ دو کیونکہ ہر عمل سے نماز بہتر ہے۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ
وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ
عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ

اے رسول تم ان سے کہہ دو کیا میں تمہیں بتا دوں کہ خدا کے نزدیک سب سے سخت تر سزا کن لوگوں کے لیے ہے۔